OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u2.v6.01(22)13-21

میر حسن کی مثنویوں میں نعتیہ عناصر

Natya Elements in Meer Hassan Masnavis

Sadia Noreen
PhD Scholar, Urdu Department, Govt. College Women University Faisalabad.

Dr. Sadaf Naqvi
Assistant Professor, Urdu Department, Govt. College Women University Faisalabad.

Received on: 04-01-2022 Accepted on: 04-02-2022

Abstract

A genre of literature in which the praise oh Holy Prophet (SAW) is expressed is called Naat . Written love with Hazart Muhammad (PBUH) came in the form of Naat . Allah himself described his love with his beloved in the form of Naat . The process of Naat writing started in Arab and continues till now .In Urdu literature almost every poet tried to describe his love in the form of Naat. The name of Mir Hassan is also prominent in it .Especially masnavi nigari took him to the heights of fame .In this article, natya elements will be highlighted in Mir Hassan's masnavi.

Keywords: Love of the Holy Prophet, Portic Talent, Pearl of the Orphange, Form, Best of the Humanity Praise, Redeemer of the day of Judgement, Law of Islamic Religion

عربی لفظ نعت جس کے لغوی معنی تعریف یا وصف کے ہیں ، اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ادبیات و اصطلاحات شاعری میں لفظ نعت اپنے مخصوص معنی رکھتا ہے یعنی اس سے صرف حضور ﷺ کی مدح مراد لی جاتی ہے۔ لفظ نعت شاعری کی کسی ہیئت کی طرف نہیں بلکہ موضوع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔قصیدہ ، مثنوی ،غزل، رباعی،قطعہ، مثلث، نظم اور ہائیکو کسی بھی ہیئت میں نعت کہی جا سکتی ہے۔ نعت گوئی ایک ایسا عمل ہے جسے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے بھی حصول برکت کے لیے اپنایا۔ ایمانِ کامل کے لیے نبی اکرم ﷺ کی ذات کا والدین،اولاد حتٰی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہونا ضروری ہے اور نعت گوئی ایک عاشق رسول کی محبت کا اظہار ہے۔ولی آسی لکھتے ہیں:

”نعت محض رسول اکرم ﷺ کی شاعرانہ توصیف کا نام نہیں بلکہ نبوت کے حقیقی کمالات کی ایسی تصویر کشی کا نام ہے جس سے ایمان کی تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہو سکے اور یہ تازگی و بالیدگی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب مداح کا دل حقیقی محبت سے پر ہو۔“(۱)

خالق کائنات کو حضور کی تعریف پسند ہے اس لیے خود اللہ تعالیٰ نے حضور کی تعریف قرآن میں کی ہے۔(۲)عاشقان رسول ﷺ کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زبان اور دل کو ذکر محبوب سے تر رکھیں۔ اس حوالے سے ان کے ہاں مقبول ترین وسیلہ نعت گوئی ہے، جو ازل ہی سے شیفتگان ِ مصطفی کا شعار رہا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید یوں رقم طراز ہیں:

’’عقیدت کے ان گلدستوں کو جو تیرہ سو سال سے شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ عالی مقام میں پیش کیے جا رہے ہیں،دیکھا جائے تو احساس ہو گا کہ محبت کی فراوانی میں کمی آئی نہ جنونِ اظہار ختم ہوا اور نہ ہی موضوع کی تنگ دامانی کی کبھی شکایت پیدا ہوئی۔‘‘(۳)

اردو میں تخلیق کا آغاز چوں کہ شاعری سے ہوا تو عشقیہ سے پہلے مذہبی اور صوفیانہ شاعری وجود میں آئی۔دیگر اصناف شاعری کی طرح مثنوی میں بھی صوفیانہ،فقہی،اخلاقی،تاریخی،عشقیہ،رزمیہ غرض ہر طرح کے مضامین قلم بند کیے گئے ہیں۔اردو مثنوی کے آغاز میں حمد و مناجات اور نعت و منقبت کا اہتمام فارسی شعرا کی روش پر کیا گیا اس طرح حمد و نعت کی شمولیت مثنوی کا لازمہ بن گئی۔اس حوالے ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ یوں لکھتے ہیں:

’’مثنویوں میں حمدونعت و منقبت کو روایتی طور پر اجزائے لا ینفک قرار دیا گیا اور ہر مثنوی نگار پر خواہ وہ کسی دین و مذہب کا ہو مثنوی لکھتے وقت ان اجزا کی رسمی پیروی لازم ہوئی۔‘‘(۴)

نعت گوئی کا سلسلہ عرب سے شروع ہوا ،جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ورفعنا لک ذکرک محبان مصطفی کی نعت گوئی کی صورت میں جاری و ساری ہے اور جاری و ساری رہے گا۔ اردو کے تقریباً ہر شاعر نے نعت گوئی کی صورت میں حضور اکرم ﷺکی ذات سے محبت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے انھی میں ایک نام میر حسن کا بھی ہے جس کی کئی پشتیں رسول و آل رسول ﷺ کی محبت و مودّت میں اپنا زور قلم صرف کرتی رہیں۔میر حسن کی نعت گوئی کے متعلق ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد ہوں رقمطراز ہیں:

’’نعت میر حسن کے یہاں ایک کھلی فضا میں سانس لیتی دکھلائی پڑتی ہے جس میں مذہبی جذبات کے علاوہ جذبہ شعریت کارفرما نظر آتا ہے۔(۵)

نام میر غلام حسن اور تخلص حسن تھا، مشہور ہزل گو میر غلام حسین ضاحک کے بیٹے تھے۔ سید واڑہ پرانی دلی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی او رانھیں کی صحبت سے شعرو شاعری کا ذوق پیدا ہوا۔دہلی سے فیض آباد اور وہاں سے لکھنو چلے آئےاور یہیں انتقال ہوا۔

میر حسن نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی لیکن مثنوی نے انھیں بقائے دوام بخشا۔دیوان میر حسن کے علاوہ تذکرہ

شعرائے اردو ان کی اہم تصنیف ہے جس میں انھوں نے شعرائے متقدمین سے لے کر اپنے زمانے تک کے معروف و غیر معروف شعرا کا تذکرہ کیا ہے،ہلکی پھلکی تنقید کے ساتھ ساتھ فراخ دلی سے تمام معاصرین کو داد سخن دی ہے۔میر حسن کی اصل پہنچان مثنوی نگاری ہے، جس میں وہ ایک اعلیٰ فن کار کی حیثیت سے نظر آتے ہیں اور اسی صنف میں ان کے کمال اور شاعرانہ استعداد کا جوہر کھلتا ہے۔ میر حسن کی بارہ مثنویوں میں سب سے مقبول مثنوی" سحر البیان " ہے۔ ان کی مثنویاں حسب ذیل ہیں:

۱۔ نقل کلاونت

۲۔ نقل زن فاحشہ

۳۔ نقل قصائی برائے تصریح مزاج(ہجو قصائی)

۴۔ نقل قصائی

۵۔ مثنوی شادی آصف الدولہ

۶۔ مثنوی رموز العارفین

۷۔ مثنوی ہجوحویلی

۸۔ مثنوی گلزار ارم

۹۔ مثنوی در تہنیت عید

۱۰۔ مثنوی در قصر جواہر

۱۱۔ مثنوی در خوان نعمت

۱۲۔ سحرالبیان

نقل کلاونت، نقل زن فاحشہ،ہجو قصائی اور نقل قصائی معمولی اور مختصر مثنویاں ہیں۔"نقل کلاونت "۱۸ اشعار کی ایک حکایت ہے جس میں ایک پیٹو کلاونت کا مذاق اڑایا گیا ہے۔"نقل زن فاحشہ"کا قصہ۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔"ہجو قصائی " صرف آٹھ اشعار کی مثنوی ہے جو ایک خاص طبقے کی زبان کا نمونہ ہے۔"نقل قصائی "اشعار پر مشتمل ہے۔"مثنوی آصف الدولہ"میں حمد و نعت کا طویل سلسلہ نہیں ملتا بلکہ چند تمہیدی شعر لکھ کر براہِ راست شہر کی آئینہ بندی اور شادی کے جلوس کا حال لکھا گیا ہے۔یہ مثنوی صفائی، بر جستگی ،محاورہ بندی اور روانی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ڈاکٹر وحید قریشی اس مثنوی کے متعلق یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"بازار میں انھوں نے جو کچھ دیکھا اس کی چہل پہل،رنگ رلیاں، عیش و عشرت کے سین،آتش بازی کے مناظر

،روشنی کی چمک دمک، کشتیوں کی جواہر ریزی،فانوسوں کی چکا چوند، پھولوں کی اقسام،راگ رنگ حسب بیان کرتے نہیں تھکتے۔ان مناظر کی تصویر کشی میں حسن کا محاکاتی ذوق لذت حاصل کرتا ہے، روشنی ان کے لیے روحانی کیف بن جاتی ہے۔"(۶)

اس مثنوی میں شجاع الدولہ کی شجاعت و سخاوت اور عدل و انصاف کا بیان بھی ملتا ہے۔آخر میں آصف الدولہ کے لیے دعا اور مصنف کی خواہش کا انکار کے پردے میں اقرار شامل ہے۔"مثنوی رموز العارفین "میں مصنف کی انفرادیت دب گئی ہےاور مصرعوں کی درو بست پررومی کا رنگ نمایاں ہے۔یہ مثنوی ۱۷۷۴ میں اخلاق و تصوف کے موضوع پر لکھی گئی،مصنف نے مختلف نامور شعرا کےمعرفت و نصائح سے تعلق رکھ نے والے اشعار بطور تضمین استعمال کیے ہیں۔بقول گیان چند جین:

"رموز العارفین میں حکمت اوربے ثباتی دنیا کے مضامین بیان کیے گئے ہیں جن میں ادبیت تو نہیں لیکن پُر اثر ضرور ہیں۔زبان صاف اور سادہ ہے جو اس موضوع کے لیے مناسب ہے۔"(۷)

بقول ڈاکٹر وحید قریشی:

"رموز العارفین ان صوفیانہ عقائید و خیالات کی دستاویز ہے جو حسن کے گھر میں تھے لیکن حسن کی اپنی طبعیت سے کافی دور تھے۔۔۔۔۔۔اس مثنوی سے آخرت سنور گئی ہو گی لیکن دنیا کا حال کچھ بہتر نہ ہوا۔"(۸)

"مثنوی رموز العارفین "میں حمد و نعت اور مناجات کے بعد مختلف حکایات بیان کی گئی ہیں اور ہر حکایت سے اخلاقی سبق بھی دیا ہے۔ دنیا کے بجائے محبوب حقیقی سے محبت کواصل زندگی قرار دیا ہے۔نعت سید المرسلین ﷺ میں آپ کی افضیلت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں خاکسار اس ذات کی ثنا کیسے بیان کر سکتا ہوں جس کی مدح خود پروردگار کرتا ہے اور آخر میں کہتے ہیں کہ مولا مجھے پنجتن کے فضل سے نہال کر دے۔

ہے حبیب اور دوست اوّل مصطفٰی
بعد اس کے انبیا اور اولیا
وہ محمد وارث کون و مکاں
جس کی خاطر یہ بنے کون و مکاں
شافع محشر ہے وہ خیر البشر
ہو درود اس پر اور اس کی آل پر

اور آخر میں یوں دعا کرتے ہیں:

ان کا ہوں مداح میں یا ذوالجلال
پنجتن کے فضل سے کردے نہال(۹)

''مثنوی ہجو حویلی''۱۴۴ اشعار پر مشتمل ہے۔اس ہجویہ مثنوی میں طنزو تعریض اور ظرافت و مزاح کے علاوہ واقعیت بھی ہے۔ مکان کی حالت زار کا نقشہ اس انداز میں کھینچا ہے کہ عمارت کے ہر حصے کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ مثنوی کی فضا میں سراسیمگی کی کیفیت اورنوحے کا انداز پیدا ہو گیا ہے۔یہ مثنوی جامع اور گھٹی ہوئی ہے بیان میں ایجاز ہے اور حویلی کی خستہ حالی کی جزئیات سے میر حسن کی عسرت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

''مثنوی گلزار ارم ''میر حسن کی تیسری تصنیف ہے جو ۱۷۷۵ میں مکمل ہوئی۔گلزار ارم تاریخی نام ہے جس سے ۱۱۹۲ بر آمد ہوتے ہیں۔اس مثنوی میں مصنف نےاس سفر کو بیان کیا جو انھوں نے دہلی سے لکھنو آنے کے لیے اختیا ر کیا تھا۔ یہ مثنوی حسن و عشق کی داستان نہیں لیکن جذباتی رنگ آمیزی نظر آتی ہے۔''گلزار ارم ''کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ حمد ،نعت اور منقبت علی و آل نبی ﷺکا ہے جو رسمی اورنہایت مختصر ہے، دوسرے حصے میں دہلی سے لکھنو پہنچنے کا بیان ہے۔ تیسرا حصہ لکھنو کی ہجو او ر چھوتھے حصے میں فیض آباد کی تعریف کی گئی ہے۔

''پرانی معاشرت کی وہ تصویر جو گلزار ارم میں انھوں نے کھینچی ہے ان تصویروں سے زیادہ مکمل اور سچی ہے جو سحر البیان میں پیش کی گئی ہیں ان میں زندگی اور صداقت ہے کیوں کہ وہ محض خیالی نہیں۔''(۱۰)

دلی جیسے شہر سے نکل کر دشت پیمائی،سفر کی تکالیف، میلے ٹھیلے،بازاروں کی رونق،طوائفوں کے مجرے،معشوقانہ ادائیں،عشوہ طرازیاں، میاں اسرار کی درگاہ کا احترام، آصف الدولہ کی تعریف جیسی جزئیات اس مثنوی میں ملتی ہیں۔میر حسن حمد کے آخر میں کہتے ہیں:

زبان کو دی میری ، روشن بیانی
مثال شمع با سوز نہانی
رکھا سر سبز جوں طوطی چمن میں
مجھے دی جا گلستان چمن میں
کہ تا نعت نبی کہتا رہوں میں
اسی دریا میں نت بہتا رہوں(۱۱)

نعت سید المرسلین محبوب رب العالمین یوں لکھتے ہیں:

محمد وہ کہ ہے فخر دو عالم
جہاں تک اس کی ہو تعریف ہے کم
کرے نعت اس کی کوئی کس زباں سے
کہ یہ تو بحث ہے باہر بیاں سے
وہی مقصود ہے دونوں جہاں کا
وہی مبدا ہے یاں اور واں کا (۱۲)

”مثنوی در تہنیت عید ”گلزار ارم کے بعد کی تصنیف ہے یہ مثنوی ۵۵ اشعار پر مشتمل ہے جو جواہر علی خاں کے اظہار تشکر میں لکھی گئی ہے۔یہ معمولی درجے کی ہے پوری مثنوی لفاظی ہے۔عید کے شادیانے،احباب کے جمگھٹےاور برسات کی بہاریں فضا کو لطیف و نظیف بناتی ہیں۔"مثنوی در قصر جواہر "عام مثنویوں کی طرح حمد و نعت و منقبت سے شروع کی گئی ہے،جواہر علی خاں کے محل کی تعریف اس انداز میں کی گئی ہے کہ یہ محل ارضی شے نہیں رہتا بلکہ سماوی بن جاتا ہے جس میں انسان نہیں فرشتے بستے ہیں۔یہ طویل مثنوی ۲۹۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ حضرت سید المرسلین کی مدح یوں بیان کرتے ہیں:

محمد ہے وہ صاحب دوسرا
نہیں دوسرا کوئی ایسا ہوا
مدینہ ہے وہ علم کا جان پاک
خدا اس کے در پر کرے ہم کو خاک (۱۳)

”مثنوی در خوان نعمت ”آصف الدولہ کے باورچی خانے کی روداد ہے۔۱۰۰ اشعار پر مشتمل یہ مثنوی کسی ہوٹل کے مینو کا منظر پیش کرتی ہے، کہیں کہیں باورچیوں کی تعریف بھی ضمنی طور پر کی گئی ہے۔میر حسن کی سب سے آخری اور مایہ ناز تصنیف" مثنوی سحر البیان "ہے ،جو قبول عام اور شہرت دوام کی حق دار ٹھہری۔ ا س مثنوی میں ہمیں آصف الدولہ کے محلات شاہی کی تصویریں، دربار کی چہل پہل، قہقہے، رنگ رلیاں،ظاہری آن بان اور اقتدار و ثروت کا اظہار نظر آتا ہے، جب ایہام گوئی، صنعت گری اور پرشکوہ الفاظ کے استعمال کا دور دورہ تھا ایسے میں میر حسن نے سادہ اور عام فہم انداز اپنایا جس کی داد سید محمد عقیل یوں دیتے ہیں:

”میر حسن نے جو زبان اور جیسا بھی انداز بیاں اختیار کیا وہ نہایت سلیس، عام فہم، حسب موقع جامعیت لیے سحر البیان میں نظر آتا ہے۔ان کے الفاظ خود ان کے اور ان کے کرداروں کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔“(۱۴)

میر حسن کے لافانی شاہکار مثنوی سحر البیان کی مقبولیت گوپی چند نارنگ یہ بیان کرتے ہیں کہ:

"میر حسن نے اپنے زمانے کی مخلوط معاشرت اور تہذیب و تمدن کی کامیاب عکاسی بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے کی ہے۔"(۱۵)

موجودہ دور میں دل کشی اور اثر انگیزی کی وجہ یہ ہے کہ سحر البیان میں تمام خصوصیات توازن و اعتدال کے ساتھ موجود ہیں۔ پروفیسر وہاب اشرفی اسے شاہکار کا درجہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مثنوی سحر البیان واقعی اردو مثنویوں میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔محمد حسین آزاد نے اگر اس قصے کو بے نظیر کہا ہے تو غلط نہیں ہے۔بیان کی صفائی اس کا وصف خاص ہے۔بر جستہ محاورے کا استعمال اور طرز ادا کا بانکپن ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارے لفظ میر حسن کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور وہ انھیں جس طرح چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔ میر حسن نے کہاوتوں کو اس طرح استعمال کیا ہے جیسے وہ متعلقہ موضوع کے لیے ہوں۔اپنے اوصاف کے اعتبار سے اس مثنوی کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔"(۱۶)

یہ مثنوی تقریباً اڑھائی ہزار اشعار پر مشتمل ہے آغاز داستان سے پہلے ۳۸ اشعار حمد کے اور ۲۶ اشعار نعت کے ہیں۔ حضرت علیؓ کی شان، مدح اصحاب پاک اور مناجات بھی کہی گئی ہے۔ شاہ عالم اور آصف الدولہ کی سخاوت و شجاعت کے بعد عجز سے داستان کا آغاز کیا ہے۔ خاتمہ پر آصف الدولہ کی شان میں دعائیہ اشعار کہے ہیں اور حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کا واسطہ دے کر بے نظیر و بد منیر کی طرح تمام دنیا کی کامیابی و شاد کامی کی دعا مانگی گئی ہے۔نعت رسول اکرم ﷺ کے کچھ اشعار یوں ہیں:

نبی کون ، یعنے رسول کریم　　نبوت کے دریا کا در یتیم

نبوت جو کی اس پہ حق نے تمام　　لکھا : اشرف الناس ، خیر الانام

کروں اس کے رتبے کا کیا میں بیاں(۱۷)　　کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں

ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد میر حسن کی نعت گوئی کے متعلق یوں اظہار کرتے ہیں:

"میر حسن نے سحرالبیان کی نعت میں کئی موضوعات پر لب کشائی کی ہے۔نعت کے ابتدائی اشعار میں بانی اسلام کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور دیگر انبیائے عظام پر نبی ﷺ کے تفوق کو ثابت کیا گیا ہے ان اشعار میں شعریت ہے انداز بیاں صاف اور سادہ ہے لیکن پیرایہ اظہار کی جدت و ندرت نے نعت کی دلآویزی بڑھا دی ہے۔"(۱۸)

نعت رسول ﷺ کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں۔آپ کی زندگی اور سیرت کے ساتھ ساتھ معمولات نبوی، غزوات نبوی ،عبادات نبوی، آداب مجالس نبوی، پیغامات نبوی اور اخلاق نبوی کے بے شمار پہلو نعت کا موضوع بنتے

ہیں۔حسن عمل،حسن سلوک، حسن خیال اور حسن معاملہ سے لے کر عدل و انصاف ،ایثار و احسان، سادگی و بے تکلفی، شرم و حیا ، شجاعت و دیانت ، عزم و استقلال، مساوات و تواضع ، مہمان نوازی و ایفائے عہد، زہد و قناعت، رحمت و مروّت، شفقت و محبت، رقیق القلبی و جاں گدازی اور انسانی ہمدردی و غمخواری تک کوئی پہلو اور رخ ایسا نہیں، جس کی تزئین و تطہیر کا سامان نعت کے موضوع کے اندر موجود نہیں۔

نعت گوئی بہت ہی نازک فن ہے جس سے عہدہ بر آ ہونا ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اس کی پرواز اتنی ہی مشکل ہے ہر پرواز سے پہلے غور کرنا پڑتا ہے کہ فضا سازگار رہے گی یا نہیں۔اگر پرواز کسی مشکل مقام پر پہنچا دے تو اڑنے والے کا یہ کامل ہونا چاہیے کہ وہ عافیت و کامیابی کے ساتھ وہاں سے گزر جائے۔نعت گوئی کی فضا کے حدود شریعت نے مقرر کیے ہیں۔اگر نعت مقررہ حدود سے متجاوز کر جائے تو نیکی کے پیغام کے بجائے گناہ لازم ہو جاتا ہے۔ میر حسن کی نعت گوئی شرک و غلو سے پاک ہے اور عقیدت رسول ﷺ کا والہانہ اظہار ہے۔

حوالہ جات

۱۔ولی آسی،ارمغان نعت،لکھنو : مکتبہ دین و ادب، بار ششم، ۱۹۸۲، ص:۱۸

۲۔ وحید اشرف،سید، اردو زبان میں نعت گوئی کا فن اور تجلیات، احمد آباد :خطیب کتاب گھر،۲۰۰۱، ص:۸

۳۔انور سدید ، ڈاکٹر، شاعری کا دیار، لاہور :مقبول اکیڈمی،۱۹۹۴، ص:۱۵۷

۴۔طلحہ رضوی برقؔ،ڈاکٹر،اردو کی نعتیہ شاعری ، پٹنہ :لیتھو پریس ، ۱۹۷۴، ص:۴۰

۵۔اسمٰعیل آزاد، ڈاکٹر، اردو شاعری میں نعت:ابتدا سے عہد محسن تک،جلد اوّل،لکھنو : ندائے حق پریس،۱۹۹۲، ص:۲۶۷

۶۔وحید قریشی ،ڈاکٹر، میر حسن اور ان کا زمانہ، لاہور : استقلال پریس، ۱۹۵۹، ص:۴۸۳

۷۔ گیان چند،ڈاکٹر،اردو مثنوی شمالی ہند میں)جلد اوّل(،دہلی :انجمن ترقی اردو،اشاعت دوم،۱۹۸۷،ص:۲۹۷

۸۔وحید قریشی، ڈاکٹر، میر ح اور ان کا زمانہ،ص :۴۸۵

۹۔میر حسن،مثنویات میر حسن) جلد اوّل(، مرتب:ڈاکٹر وحید قریشی،لاہور :مجلس ترقی ادب ،۱۹۶۶،ص:۸۷۔۸۸

۱۰۔محمود فاروقی، میر حسن اور خاندان کے دوسرے شعرا، لاہور : مکتبہ جدید، ۱۹۵۶، ص :۱۰۵

۱۱۔مثنویات حسن، ص : ۱۵۷

۱۲۔ایضاً ، ص:۱۷۶

۱۳۔ ایضاً، ص : ۲۳۲

۱۴۔محمد عقیل رضوی ، سید ، اردو مثنوی کا ارتق، لکھنو : اردو اکادمی، ۱۹۸۳، ص ۃ ۱۲۳

۱۵۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں، لاہور :سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳، ص :۳۱۹

۱۶۔وہاب اشرفی، تاریخ ادب اردو) جلد دوم(،دہلی :ایجو کیشنل پبلشگ ہا ؤس، ۲۰۰۷، ص :۲۳۹

۱۷۔میر حسن دہلوی، سحر ابیان،مدونہ :رشید حسن خان، لاہور : مجلس ترقی ادب ،۲۰۰۹، ص :۱۵۴

۱۸۔ اسمٰعیل آزاد، ڈاکٹر، اردو شاعری میں نعت:ابتدا سے عہد محسن تک،جلد اوّل،لکھنو : ندائے حق پریس،۱۹۹۲، ص:۲۶۶

References

1.Wali Aasi armgan naat lakhnow maxtba deen o adab bar shasham ,1982,pg ; 19
2.Waheed ashraf syad urdu zban main naat goi la fun or tajaliyat ahmad abad khateen kitab ghar 2001 ,pg ;8
3.Anwar sadeed doctor shari ka dayar lahor maqbool academy ,1994,pg ; 157
4. Waheed qureshi doctor meer hassan or unka zmana lahor istaqal press ,1959 , pg ; 483
5.Gayan chand doctor urdu masnawi shmali hind main (juild awal) dahlia anjman taraqi urdu ashat dom 1987 ,pg ; 297
6.Waheed qureshi doctor meer Hassan or unka zmana ,pg ;485
7.meer hassan masnawiyat hassan (jild awal) maratib doctor waheed qureshi Lahore majlis taraqi adab ,1944, pg 87,88
8. Mahmood farooqi meer Hassan or khandon k dusray shoara Lahore maktaba jaded 1956,pg ;105
9.Masnawiyastb Hassan ,pg ;175
10.Ibid ,pg;176
11.Ibid,pg;232
12. Muhammad aqed rizwi syed urdu masnawi ka irtqa lakjnow urdu academy ,1983,pg ;123
13.Gopi chand narang doctor Hindustani qisson sy makhooz urdu masnawiyan lahore sang e med publications ,2003pg ;319
14.Wahab ashrafi tareekh adab urdu(jild dom) dahi educational publishing house ,2007 , pg ; 239
15.Meer Hassan dahlwi sahar ul bayyan masawina rashes Hassan khan Lahore majlis tasaqi adab ,2009 ,pg ; 153s